دل بہلاو

حسب الارشاد جناب معلی القاب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی

و بمنظوری صاحب ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن بہادر

ممالک مغربی و شمالی

واسطے استعمال مکاتب سررشتہ تعلیم کے مطابق ہدایت

ہنری کار ٹکر صاحب بہادر کمشنر دوم قسمت بنارس کے

بابو شیو پرشاد نے

تالیف کی

الہ آباد

گورنمنٹ پریس میں چھاپی گئی

سنہ ۱۸۶۸ع

تیسری دفعہ ... ۵۰۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۱ر ۶ پائی

Edition 5,000 Copies

Price per copy 1½ Annas

دل بہلاؤ

پہلا حصہ

اندھون کے پڑھنے کا اسکول

انگلستان کی ولایت مین اندھے بھی جاہل اور علم سے بدنصیب نہین ہین
لڑکون کے پڑھنے کے واسطے وہان ایک جدا مدرسہ بنا ہی سنکر بڑا التعجب ہوگا کہ اندھے
لڑکے کتاب کیونکر پڑھ سکتے ہین اور کسطرح حرف پہچانتے ہونگے لیکن ولایت مین اندھون
پڑھنے کے واسطے کتابین طیار کرنے کی ایک نئی ترکیب ایجاد ہوئی ہی یعنی اُس کتاب کے
حرف اونچے اونچے اُبھرے ہوئے رہتے ہین پیدا ہو جانے سے وہ اندھے آدمی اُن
حرفون کو ہاتھ سے چھوتے جاتے ہین اور اُس کتاب کا مضمون بخوبی تمام پڑھتے چلے
جاتے ہین بلکہ اُنکے لیے اِسطرح کا ایک اخبار بھی چھپتا ہی دیکھو انگلستان مین اندھے بھی علم سے
خالی نہین رہتے اگرچہ خدا نے اُنھین ظاہری آنکھین نہین دی ہین لیکن باطنی آنکھ اُنکی کھلی ہوئی
ہی افسوس آتا ہی ہمکو اپنے ہندوستان کے آدمی پر کہ اندھے تو کیا یہان آنکھ والے بھی نہین
پڑھتے باوجودیکہ خدا نے اُنکو ظاہر مین بڑی بڑی آنکھین دی ہین مگر جب بھی باطن مین اُنکی پھوٹ گئی

ہے سچ ہی جبتک علم کا سورج روشن نہیں ہوتا تب تک آدمی کے دل مین گویا اندھیرے
شب مین کی طرح اندھیرا پڑا رہتا ہی ؛

اندھون کو آنکھ ملنا اور جاہلونکو علم حاصل ہونا

بہت دنون سے ہمارے دل مین یہہ خیال رہا کرتا تھا کہ جو لوگ مادرزاد اندھے پیدا ہوتے
ہین اُنکے دل مین اس دنیا کا خیال کیا گذرتا ہوگا اور اُنکو سرخ و سفید اور سیاہ اور زرد رنگ کا
دھیان کیا بندھتا ہوگا وہ لوگ تو یہہ بھی نہین جانتے کہ اندھے اور آنکھ والے مین فرق
کیا ہی پس کسی کے سمجھانے سے اُس اندھے کے دل مین کسی چیز کا تصور کس طرح پیدا ہو سکے
بلکہ اگر ویسے آدمی کی آنکھ کسی طور سے درست بھی ہو جاوے تب بھی یکبارگی وہ اُسکی آنکھ
سے دیکھکر پہچان نہین سکیگا کیونکہ اُسکو تو ہر ایک چیز چھو کر اور ہر ایک آدمی کی آواز سنکر پہچاننے
کی عادت پڑی ہوئی ہی چنانچہ لاک صاحب اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ اگر کسی اندھے
مادرزاد کی آنکھین کھل جاوین اور اُسکے سامنے ایک ہی دھات کی دو چیزین ایک گول
دوسری چوکھونٹی رکھدی جاوین تو جب تک کہ وہ اُنکو اپنے ہاتھ سے نہ چھوئیگا تب تک ہرگز
اُنکا فرق نہین بتلا سکیگا لیکن اب جو ایک انگریزی کتاب مین ڈاکٹر بریٹ صاحب کا لکھا ہوا
ایک اندھے کا حال دیکھنے مین آیا تو اُس سے بخوبی دل کو یقین ہو گیا کہ اندھے مادرزاد
کو جسنے دنیا کا کچھہ اسباب کبھی نہ دیکھا ہو آنکھ کھلنے پر بھی اس جہان کا رنگ برنگ کا تماشا
سمجھہ مین نہ آویگا صاحب موصوف حال اُس اندھے کا اس طرح سے بیان کرتے ہین کہ ساگر
شہر مین ایک پنڈت جسکی عمر اٹھارہ برس کی ہوگی اپنی ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا

جب اُس سے کہا گیا کہ تم اپنی آنکھ بنوا لو تو اُسنے انکار کیا کیونکہ وہ اِس بات کو نہ جانتا تھا کہ
آنکھوں کے درست ہونے سے کچھ فایدہ بھی حاصل ہوگا اور نہیں سمجھتا تھا کہ کچھ آرام بھی ملیگا بلکہ
اُسکے دل میں تو اِس بات کا بڑا شبہہ پڑ گیا کہ شاید ڈاکٹر صاحب کی دوا سے آنکھ میں کچھ درد پیدا
ہو جاوے غرض لوگوں کے بہت سا کہنے سننے سے اُسنے آخر کو منظور کیا اور ڈاکٹر صاحب نے
کچھ قطرے بلّی ڈونا کے جو ایک انگریزی دوا کا نام ہے اُسکی آنکھ میں ٹپکا دیے اگرچہ اُسوقت تو اُسے
کچھ درد نہیں معلوم ہوا لیکن پیچھے سے اُسکی آنکھ میں سوج آ گئی چنانچہ اسی واسطے اُسکی آنکھ پر پٹی
لپیٹی پڑی اور کئی روز تک اُسکی آنکھ میں پٹی بندھی رہی سات آٹھ دن کے بعد جب اُسکی آنکھ اچھی
ہو گئی اور پٹی کھلی تو بہت سی چیزیں ہر ایک رنگ کی اُسکے سامنے رکھدیں اگرچہ وہ اُنکو آنکھوں سے
دیکھتا تھا لیکن تو بھی جب تک ہاتھ سے نہ چھوتا پہچان نہیں سکتا جب وہ دروازے کے باہر جانا
چاہتا تھا تو اُسکو ہاتھ سے ٹٹول لیتا تب جانتا کہ دروازہ یہی ہے پر دن بدن ہر ایک چیز کا نام سیکھتا اور
دن بدن معلوم کرتا جاتا تھا کہ اِس رنگ کا نام کالا ہے اور اُسکو اُجلا کہتے ہیں اسی سے یہہ سب لفظ
اور اُسے وہ پکارنے لگا ہیں ایک روز ایک عورت سرخ شال اوڑھے کھڑی تھی اس نے آنکھ سے
اُسے دیکھکر رنگ تو پہچان لیا کہ لال ہے مگر شال جب تک ہاتھ سے نہ چھو لی تب تک نہیں پہچانا
کہ شال ہے پانچ سات روز کے بعد جب وہ پھر ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا تو اِس عرصے میں بہت سی
چیزوں سے واقف ہو گیا اور تیتر پنجرا پیالا پانی جھیل درخت مکھی لوٹا یعنی جو جو چیز کہ ڈاکٹر صاحب نے
اُسکو دکھلائی سبکے نام اُسنے بتلا دیے لیکن جب بھی ابھی بہت سی چیزیں باقی رہ گئی تھیں کہ اُنکا
نام نہیں جانتا تھا خصوصاً اُن چیزوں کی لمبان چوڑان چکناہٹ اور کھڑائی تو بغیر ہاتھ سے
چھوئے نہیں بتا سکتا ÷

مراد ہماری اس لکھنے سے یہہ ہی کہ جس طور سے اندھا مادرزاد اپنی آنکھین درست ہونیکا فائدہ نہین جانتا اور جب تک اپنی آنکھون کو درست نکیہ لیوے تب تک اُسکے لطافت سے واقف نہین ہوتا اسی طرح سے جاہل لوگ بھی ہرگز یہہ نہین جان سکتے کہ علم حاصل کرنے سے کیا پھل پاتا ہی بلکہ اس بات سے بھی نہین واقف ہوتے کہ علم کیا چیز ہی اور کیا ہوتا ہی اُن لوگون کو حصول علم کا فائدہ سمجھنا ویسا ہی ہی جیسے کسی اندھے مادرزاد کو ہیرے اور لال کا فرق سمجھنا غرض جسنے کبھی کچھہ پڑھا نہین اُسکو پڑھنے کا فائدہ ذہن نشین کرنا بہت مشکل ہی جسطرح مادرزاد اندھا آنکھین ہونیکا فائدہ نہ جانکر دوا لگانے کے درد سے ڈرتا ہی اُسی طور سے یہہ جاہل لوگ بھی حصول علم کے فائدے سے ناواقف ہوکر اُسکی محنت اور خرچ سے دہشت کھاتے ہین ہماری صلاح اُن لوگون کے واسطے یہی ہی کہ جسطرح بنے تحصیل علم مین کوشش کرین اور جہان تک ممکن ہوسکے اپنا دل اُس مین لگاوین اگرچہ ابھی تو ہماری صلاح اُن لوگونکو بہت بُری اور کڑوی بلکہ زہر معلوم ہووینگی لیکن وہ لوگ اگر ہماری خاطر سے کچھہ علم حاصل کرین تو پھر اسیطرح ہمارے شکرگزار ہونگے جسطور سے وہ اندھا اُس ڈاکٹر کا شکرگزار ہوگیا *

وقت کا نقصان اور موت کی یاد

آدمی کو چاہیے کہ اپنا ہر ایک دن اور ہر ایک گھڑی اچھے کام مین صرف کیا کرے اُسکو ناحق برباد ہونے نہ دے اور ہر روز پہلے دن کی بہ نسبت ترقی ہی پر کچھہ نہ کچھہ حاصل کرے کیونکہ اگر ایسا نہ کریگا تو وہ وقت جو گذر گیا ان کے برابر ہوگا اور کبھی ہاتھ نہ آویگا [illegible] زندگی آہستہ آہستہ [illegible]

رہیگا وہ بوڑھے ہون یعنی جس آدمی کے دو روز برابر ہین اُس شخص کا نقصان ہوا کیونکہ
اُسکا وہ دن ناحق مفت مین گذرا اور اب اگر انسان ذرا غور کرے اپنے دل مین دیکھے تو اُسکو
بخوبی دریافت ہو جاویگا کہ یہہ وقت کا نقصان کتنا بڑا نقصان ہی اگر سچ پوچھو تو وقت کا ایک
لحظہ بھی انمول کہا جا سکتا ہی کیونکہ جب آدمی کا اخیر وقت آن پہونچتا ہی اور وہ مرنے لگتا ہی
تو تمام دنیا کی بادشاہت دینے سے بھی زندگی اُسکی ایک پل بھر نہین بڑھ سکتی کیا افسوس کا
مقام ہی کہ انسان ایسی انمول چیز کو ایسی غفلت سے برباد کرے کہ گویا اُسکو اپنی موت کی خبر بھی
نہین ہی دیکھو جس روز اُسکی سالگرہ کا دن آتا ہی وہ راگ رنگ اور تماشا دیکھتا ہی اور بڑی خوشیان
مناتا ہی اگر اُسکو یہہ معلوم ہوتا کہ اُس روز میری موت کا لشکر ایک منزل اور بھی نزدیک آن پہنچا
تو کیونکہ ایک کونے مین بیٹھکر روتا اور اپنے گئے وقت پر افسوس کرتا غرض مطلب یہ ہی اگر انسان
کو یاد رہے تو کبھی اُس سے کوئی برا کام نہو سکے جس وقت افلاطون مرنے لگا تو ارسطو نے
عرض کیا کہ آپ مجھکو کچھ نصیحت کر جایئے افلاطون نے جواب دیا کہ مین نے چار لاکھ باتین
نصیحت کی جمع کی تھین اُس مین سے چار باتین چنکر اسوقت تجھسے کہتا ہون اُن چار مین سے
بھی دو بات تو یاد رکھنے کی ہین اور دو باتین بھول جانے کی ہین یعنی آدمی کو اپنی موت اور اپنا
پیدا کرنیوالا مالک یہہ دونون ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے اور نیکی جو خود کسی دوسرے کے ساتھہ
اور بدی جو کوئی دوسرا اپنے ساتھ کرے یہہ دونون ہمیشہ بھول جانا چاہیے مراد ہماری
اِس کلام سے یہہ ہی کہ انسان اپنا وقت ناحق برباد نکرے [illegible]

فواید علم [illegible]

سب لوگ خیال کرین [illegible]

سے قوت نامیہ یعنی بڑھنے کی طاقت صرف نباتات اور حیوانات ہی کو دی ہی اگر پتھر اور پہاڑ
بڑھتا ہوتا تو یقین تھا کہ کسی زمانے مین دنیا پتھر اور پہاڑ سے بھر جاتی
لوگ کہتے ہین کہ بنسبت عورت کے مرد کے بدن مین ایک پسلی کم رہتی ہی بلکہ لوگون
سے یہہ نقل سُننے مین آئی ہی کہ حضرت آدم نے اپنی ایک پسلی نکال کر اُس سے حوا یعنی اپنی
بی بی کو پیدا کیا اسی واسطے مرد کے بدن مین ایک پسلی کم رہتی ہی معلوم نہین کہ کس صورت سے
اتنے روز تک ایسی جھوٹی بات لوگون کے دل مین جم رہی انگریزی ڈاکٹرون نے اس بات کو
بخوبی تحقیق اور ثابت کیا ہی کہ عورت اور مرد دونون کے بدن مین برابر دونون طرف بارہ بارہ
پسلیان رہتی ہین جنمین سات سات تو چھاتی کی ہڈی اور پیٹھہ کی ہڈی دونون سے ملی رہتی ہین اور
پانچ پانچ صرف پیٹھہ ہی کی ہڈی سے لگی رہتی ہین ؛

لوگ خیال کرتے ہین کہ یہہ دل آدمی کے بدن مین بائین طرف رہتا ہی لیکن یہہ بات محض
غلط ہی یہہ تو انسان کی چھاتی کے بیچون بیچ رہتا ہی بلکہ اگر چھاتی کی ہڈی کے بیچون بیچ
ایک لکیر کھینچ کر دل کو دو حصہ کرین تو بہ نسبت بائین طرف کے داہنی طرف کا حصہ کچھہ بڑا نکلیگا
مگر باعث بائین طرف مشہور ہونیکا یہہ ہی کہ آدمی بہ نسبت داہنی طرف کے دل کا دھڑکا بائین
طرف بہت جلد معلوم کر لیتا ہی کیونکہ دل کا بایان خانہ جس سے تمام بدن مین خون پھیلتا ہی
بائین طرف رہتا ہی ؛

لوگ کہتے ہین کہ آگ جلتی ہی لیکن حقیقت مین جلتی تو لکڑی ہی آگ کا کیا جلیگا اور یہہ بھی لوگ
کہتے ہین کہ اوس گرتی ہی مگر جاننا چاہیے کہ اوس اوپر سے نہین گرتی بلکہ نیچے سے اُٹھتی ہی کیونکہ
زمین کے بخارات جو کہ جاڑون مین رات کے وقت سردی سے آسمان کی طرف زیادہ چڑھہ نہین

سکتے وہ زمین کے نزدیک ہی دو چار ہاتھہ کی بلندی پر جم کر پانی کی بوند ہو جاتے ہین اُسکو
لوگ اوس اور شبنم کہتے ہین چنانچہ اگر چار پانچ ہاتھہ اونچی کسی درخت کی ٹہنی مین کوئی رکابی یا کسی اور
چیز کو باندھکر شام کے وقت لٹکا دیا جاوے تو صبح کو اُسکے نیچے اوس کے قطرے لٹکے ہوئے
دکھائی دینگے اور اوپر بالکل خشک رہیگی +

بخل اور کفایت

ان دو چیزون کا فرق معلوم کرنا بہت مشکل بات ہی ظاہر مین تو یہہ دونون چیزین ایک ہی سی
نظر آتی ہین لیکن حقیقت مین ان دونون چیزونکے درمیان سخاوت اور اسراف کی طرح زمین آسمان
کا فرق آن پڑا ہی کیونکہ بخل سے بدتر دنیا مین کوئی عیب نہین ہی اگرچہ تمام ہنر سے آدمی سجا ہو
لیکن جو وہ بخیل ہوگا تو اُسکے سب ہنر خاک مین ملجاوینگے اور کفایت سے بہتر اس جہان مین کوئی
دوسری چیز نہین کیسی ہی آمدنی کسی شخص کی کم کیون نہو اگر وہ کفایت کے ساتھہ اپنی زندگی بسر
کرے تو یقین ہی کہ اُسکے دل کو ہر دم آرام اور خاطر جمعی حاصل رہیگی پس جاننا چاہیے کہ بخیل تو
اُس آدمی کو کہتے ہین کہ جب اپنے مال کو کبھی کسی کام مین خرچ کرنا نچاہے اور ہمیشہ سانپ کیطرح اپنے
خزانے پر بیٹھا رہے اور کفایت شعار وہ شخص ہی کہ جو اپنا مال اُس کام مین لگاوے جسکا کرنا ضرور ہی
پس سمجھنے کی بات ہی کہ بخیل ہونیکے لیے تو انسان کو کسی طرح کی عقل اور ہوشیاری درکار نہین بلکہ
جو لوگ نادان اور بیوقوف ہین وہی اکثر کنجوس اور مکھی چوس ہوا کرتے ہین لیکن کفایت شعار وہ شخص
ہوگا کہ جو نہایت عقلمند اور بڑا تیز فہم ہی کیونکہ اس بات کی تمیز کا ہونا کہ کون سے کام مین کس قدر مال
خرچ کرنا چاہیے بہت مشکل ہی دیکھو کفایت شعاری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی کہ جو گورنر جنرل اس
ملک مین آتا ہی وہ یہی ارادہ کرتا ہی کہ کسی تدبیر سے یہان کے خرچ مین تخفیف کرے اور آمدنی بڑھاوے

یعنی جو کام ایک روپیہ مین نکلتا ہو اُسکو بارہ آنے مین نکالے اب غور کرنا چاہیے کہ اس تحقیق
سے سرکار کی یہہ مراد نہیں کہ اس چار آنے کو اپنی گرہ مین باندھے بلکہ اصل غرض اس خرچ
کے گھٹانے سے یہہ ہو کہ یہہ چار آنہ کسی دوسرے اچھے کام مین لگایا جاوے اور دیکھو بخیل
راجا اور رئیسون کا کہ باوجود لاکھون روپیہ جمع اور ہزارون آدمی کے اگر کوئی اُنسے کچھہ دو چار روپیے
اسپتال غریب خانہ اسکول وغیرہ ایسے اچھے کام مین خرچ کرنیکے واسطے کہے تو بس انکی جان نہی
نکلجاتی ہے بلکہ سانس بھی نہیں آتی +

اچھی صلاح

انسان کو چاہیے کہ جب تک کسی بات کی بُرائی بھلائی بخوبی دریافت نہو جاوے تب تک
یکایک کسی کی دیکھا دیکھی اُسکو اختیار نہ کرے نہیں تو آخر کو بہت حیران اور پریشان ہو جاویگا جیسا
نقل ہے کہ ایک خچر نمک سے لدا ہوا کسی ندی کے پار اُترتا تھا جبکہ بیچ دھار مین پہنچا تو اُسنے ایک
غوطہ پانی مین ایسا لگایا کہ وہ نمک بھیگ کر گل گیا اور اُسکی پیٹھہ ہلکی ہو گئی یہہ ماجرا اتفاقاً ایک گدھے نے
جسکی پیٹھہ پر روئی لدی ہوئی تھی دور سے دیکھا اور دیکھتے ہی وہ بھی ندی کے کنارے پہونچکر
جھٹ پٹ ندی مین کود پڑا اور غوطہ لگا کر چلنے لگا لیکن اُسکی پیٹھہ کا بوجھہ تو ہلکا ہونیکے عوض اسقدر
بھاری ہو گیا کہ وہ بوجھہ کے مارے اُسی جگہہ دب کر رہ گیا سقراط حکیم کا قول ہے کہ جس طرح لڑائی
کے وقت لوہا سونے سے زیادہ کام آتا ہے اسی طرح عقل ہر وقت اور ہر حالت مین سونے
سے زیادہ انسان کے کام مین آتی ہے +

ہوا کی صفائی

آدمی کی زندگی ہوا کی صفائی پر موقوف ہے اگر اسکو صاف اور تازی ہوا دم لینے کے واسطے

ملیگی تو طبیعت کو فرحت اور دل کو طاقت حاصل ہوگی اور تندرستی بنی رہیگی لیکن جو یہہ غلیظ ہوا سے سانس لیویگا تو اسی وقت گھبرا کر مرجاویگا جاننا چاہیے کہ جو ہوا آدمی کے منہہ اور ناک سے اندر جاتی ہے وہ جب سانس کے ساتھہ باہر آتی ہے تو پھر بڑی کثیف ہو جاتی ہے چنانچہ جب کبھی چھوٹے سے مکان میں بہت سے آدمی جمع ہو جاتے ہیں اور تازی ہوا آنے کی کوئی راہ نہیں رہتی تو ہر ایک شخص وہاں گھبرانے لگتا ہے بلکہ اکثر مر بھی جایا کرتے ہیں بھلا چنگا آدمی ایک منٹ میں سترہ یا اٹھارہ مکعب کی ہوا دم لینے کے واسطے کھینچ لیتا ہے تازی ہوا میں سو کے اندر ۲۳ حصہ اکسیجن کا رہتا ہے اور ڈیڑھ حصہ کاربونک ایسڈ کا رہتا ہے لیکن جب آدمی اس ہوا سے دم لیکر ناک یا منہہ کی راہ باہر نکالتا ہے تو پھر سو میں صرف گیارہ حصے اکسیجن کے رہ جاتے ہیں اور کاربونک ایسڈ آٹھہ حصے سے زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کاربونک ایسڈ کا سو میں ساڑھے تین حصہ ہونے سے بھی وہ ہوا اس قابل نہیں رہتی کہ اسمیں آدمی جی سکے اسلیے جسقدر مکان کے بلند اور لمبا چوڑا زیادہ ہوگا اور باہر سے تازی ہوا آنے جانے کے لیے جتنی کھڑکیاں اور جھروکے بنے ہونگے اسی قدر اس مکان کے رہنے والوں کو صحت اور تندرستی حاصل رہیگی دوسرا یہ بھی ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ چھوٹے اور بند مکان میں بہت آدمی لیکر بیٹھنا کبھی نہیں مناسب ہے

جلد کسی بات پر اعتقاد لانا

دیکھو حق تعالی نے کس طرح کا دل بیچارے آدمی کا بنایا ہے کہ اگرچہ کیسی ہی تعجب کی بات سننے میں آوے مگر وہ اسپر فی الفور اعتقاد لاتا ہے بلکہ جو بات جسقدر زیادہ قیاس سے بعید اور عقل سے خارج ہوتی ہے تو اتنا ہی اسکو وہ جلد یقین رکھتا ہے اور یہی سبب ہے اسکا کہ اکثر عقلمند لوگ جسقدر بیان کسی چیز کا خلقت کی زبان سے سنتے ہیں وہ دیکھنے یا آزمایش اور تحقیقات کے وقت

اُسقدر نہین پاتے کیونکہ جب کسی انجان آدمی کی عقل اصل حال کو دریافت نہین کرسکتی تو جو
کچھہ اُسکی طبیعت چاہتی ہی وہ اپنے دل مین باتین بنا کر غپ اڑانے لگتا ہی اور خلقت اُسکو
سچ جان لیتی ہی چنانچہ ایک صاحب اپنے سفر کا حال لکھتے ہین کہ جب مین شیراز کو جاتا تھا تو
قزوین مین یہہ بات سُنی گئی کہ یہان سے پانچ سات کوس پر ایک گانوٴ مین کسی شخص کو دو جانور
ایسے ہاتھہ لگ گئے ہین کہ بازو اور پانون اُنکے پرندون کے طور سے دو دو ہین لیکن
سر مین چہرا آنکھون پر گوشت اور چہرے پر بڑی بڑی ڈاڑھیان رکھتے ہین اور زبان عربی
بولتے ہین مگر بولی اُنکی سمجھی نہین جاتی اگرچہ مین تھکا ماندہ تھا اور راہ بھی خراب اور برف سے
ڈھک رہی تھی لیکن مجھکو اُن جانورون کے دیکھنے کا شوق ایسا دامنگیر ہوا کہ تھوڑا وہان کے
آدمیون کو ساتھہ لیکر اُس گانوٴ مین جا پہنچا جب وہ مکان جسمین عربی خوان جانور بند تھے
کھولا گیا تو کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوڑا فیل مرغ کا جسکو یہان کے جاہل پری کہتے ہین موجود
ہی لاحول ولا قوة دل مین تو مین اُسکے دیکھنے کے واسطے اتنی تکلیف اُٹھانے سے بہت
شرمندہ ہوا بلکہ جھنجھلایا لیکن اُسوقت سوائے ہنس دینے کے اور کچھہ نہ بن آیا ٭

اِسی طور سے ہمنے ایک کتاب مین نقل دیکھی کہ ایک آدمی نے لوگون سے یہہ بیان کرنا
شروع کیا کہ میرے گھوڑے کے سر کی جگہہ دُم ہوگئی ہی اور دُم کی جگہہ سر لگ گیا ہی جسکو
دیکھنا منظور ہو وہ ایک دمڑی لائے تب دیکھنے پاویگا لوگ یہہ اچنبھے کی بات سُنکر چارون طرف سے دوڑے
اور ایک ایک دمڑی دیکر دیکھنے لگے تو کیا دیکھتے ہین کہ اُس گھوڑے والے نے اپنے گھوڑے کی دم طرف
اگاڑی کی رسی باندھہ دی ہی اور اُسکے اگاڑے کے دونون پاؤن مین پچھاڑی کی رسی لگا دی ہی غرض
سیکڑون آدمی یہہ تماشا دیکھنے کو آئے اور سیکڑون روپیے اُس گھوڑے والے کو دیکر بیوقوف بنکے چپکے چلے گئے ٭

کچھہ روز ہوئے کہ ایک آدمی ولایت مین ایک مچھلی کے دھڑ مین کسی روغن سے ایک بندر
کا سر جوڑ کر بازار مین دکھلاتا پھرا کہ یہہ جل مانش ہی اور اسی فقرہ سے سیکڑون روپیے وصول کر لیئے
۱۸۴۹ء مین جن دنون لاہور کی لڑائی درپیش تھی کول شہر مین محرم کی دسوین تاریخ
کو کربلا کے ازدحام مین دن کے وقت یارون نے غل مچادیا کہ سکھون کی فوج آئی یہہ سنتے ہی
کربلا کے سب دکاندار اپنی دکانین چھوڑ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور سب چھوٹے بڑے
گھبراہٹ اور بدحواسی کے عالم مین چارون طرف دوڑنے لگے یہانتک لوگون کے ہوش
اڑگئے کہ گھبراہٹ مین دوڑنیکے وقت دکانین کچل گئین اور تھوڑے پانون تلے رُند گئے
تب بدمعاشون نے فرصت کا وقت پاکر بازار لوٹنا شروع کیا کسی نے میوے اور لڈو پیڑے
حلوے کسی نے کسی کے اسباب پر ہاتھہ دوڑایا اور جو کچھہ جسنے پایا لوٹ لیا۔

ایک انگریزی کتاب مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنے ایک دشمن کے سونیکے مکان مین
فسفراس کے قلم سے جو موم کی شکل پر ایک قسم کی دوا ہی اور ہر ایک انگریزی اکر کے پاس رہتا ہی
دیوار پر بڑے بڑے حرفون سے یہہ لکھہ دیا کہ تو آج بیشک مرجاویگا جب چراغ روشن رہا تب
فسفراس کے حرف جیسا کہ اُسکی خاصیت ہی کچھہ بھی نہ دکھلائی دیے لیکن جب چراغ گل ہوا اور
اُس مکان مین اندھیرا ہوگیا تو اُسی دم وہ حرف سب آگ کے شعلے کی مانند چمکنے لگے اُس گھر والے پر یہہ
حال دیکھتے ہی ایسی دہشت غالب ہوئی کہ پھر سانس بھی نہ لی اور اُسی جگہہ سرد ہو کر مرگیا۔

اسی طرح فرنگستان مین ہنگری کے نزدیک کسی سردار نے جو ایک بڑے پرانے قلعہ
مین رہتا تھا ایک دن اپنے دوستون کی دعوت کی رات کو سونیکے وقت بیان کیا کہ اس قلعہ
مین ایک گھر کے اندر کچھہ بھوت کا آنا ہی اُن مہمانون مین ایک صاحب بڑا دلیر اور کڑا تھا اُٹھنے

رات کو اُسی گھر مین سونا قبول کیا لیکن جب آدھی رات کا وقت آیا تو کیا دیکھتا ہی کہ تین عورتین سبز پوشاک پہنے ہوئے سامنے کھڑی گا رہی ہین اُس صاحب نے یہہ دیکھکر کہا کہ اے بی بیو مین خوب جانتا ہون کہ تم مجھکو ڈرانے کے واسطے یہان آئی ہو پس بہتر ہی کہ جلد چلی جاؤ نہین تو مین پستول مارونگا مگر وہ عورتین گانے سے باز نہ آئین اور اِسیطرح گایا کین تب اُسنے پھر اُن سے وہی بات کہی اور دھمکایا کہ اب اگر پانچ منٹ کے اندر تم نہین چلی جاؤگی تو مین بیشک تیر پستول چلاؤنگا لیکن جب اِس بات پر بھی اُن عورتون نے گانا بند نکیا تب اُس صاحب نے بھی غصے مین آن کر اُن تینون پر تمنچہ چلا ہی دیا لیکن تماشے کی بات یہہ ہی کہ اُن مین سے کسی عورت کو گولیون کا اثر نہوا تب پھر صاحب نے غصہ کر کے چاہا کہ اُٹھکر اپنے ہاتھ سے پکڑ لیوے کہ اِتنے مین تو گا دہ تینون عورتین نظر سے غائب ہو گئین تب تو وہ صاحب اِس بات سے بہت ڈرا اور ایک مہینے تک بیمار پڑا رہا لیکن آخر کو جب اُسے معلوم ہوا کہ اُس مکان مین ایک کھو کھلا شیشہ لگا تھا اُسکے پیچھے ایک کوٹھڑی مین تین عورتین گاتی تھین اور اُنھین کی پرچھائین اُس آئینے کی تاثیر سے اِس طور پر سونے کے مکان مین نکر پڑی تھی کہ وہ گویا سچ مچ کی عورتین معلوم دیتی تھین ❊

اب غور کرنا چاہیے کہ انگریزی حکیمون نے کسطرح کے تعجب کی ہزارون قسم اور کیسے کیسے تماشے کے لاکھون ایجاد کیئے ہین کہ اگر اُن مین سے ایک بھی اِن ہندوستانیون کو کوئی دکھلاوے تو یہہ لوگ بیشک یہی کہنے لگینگے کہ یہہ صاحب جادوگر ہی افسوس کہ اتنک بہتیرے بھولے آدمی ایسے ایسے ذرا سے چٹکلے جاننے والون کے ہاتھ سے ہر روز ٹھگے جاتے ہین اور روپیے دیکر بیوقوف کہلاتے ہین اگر کسی نے وہ فارسی کتاب جسکا نام عجائب المخلوقات

ہی دیکھی ہو تو اُسکو معلوم ہوگا کہ اُس کتاب مین کس کس طرح کے جانورون کی تصویرین کھینچی
ہین اور کیسی کیسی شکلین بنی ہین کسی ورق مین تو بالکل دھڑ آدمی کا اور مُنہہ گھوڑے کا کھنچا ہی
اور کہین چار چار سر کی چڑیان بنی ہین کسی جگہہ دس دس منہہ کے اژدہے ہین اور کہین
درختون مین پھولون کے عوض آدمی کے سر لٹکتے ہین اور کہین آدمی کے بازو پر جانور
کے پر ہین غرض اِسیطرح کی ہزارون شکلین لکھی ہین کہ جو سوائے اُس کتاب کے ورقون
کے اور کہین اِس صفحہ روزگار پر کسی نے آنکھون سے نہ دیکھی اور نہ کانون سے سُنی اور
تماشا یہہ کہ اگر کسی فارسی خوان سے ایسے جانورون کے دنیا مین ہونیکا شبہہ بیان کیا جاوے
تو وہ بہت خفا ہوگا اور کہیگا کہ واہ صاحب کیا انگریزون نے تمام دنیا دیکھ لی خدا کی قدرت
کا کسی نے انتہا پایا اگر یہہ جانور دنیا مین نہ تھے تو کیا مصنف نے اپنے دماغ سے پیدا
کر لیے لیکن جو صاحب اُسکے کہنے پر ذرہ بھی اپنے دل مین تامل کرین تو بخوبی دریافت
ہو جاویگا کہ یہہ عجائب المخلوقات کس طرح پر بنی ہی کیونکہ ہمکو یقین ہی کہ شیراز مین کسی مولوی نے
ضرور اپنی کتاب مین یہہ بات لکھدی ہوگی کہ فلانے قرن مین فلانے سال کے درمیان اطراف سے
جانورون کا ایک جوڑا آیا تھا کہ جنکے سر مین بالکل مسلمانون کی طرح بال بنے ہوے تھے اور داڑھی
بہت لمبی تھی اور عربی بولتے تھے اور پانو اور پر اونکے چڑیون کے سے تھے اور ہم نے
بھی ایک بار اُسکی تصویر موافق اس بیان کے چڑیون کا سا دھڑ مولوی کا سا سر بنا کر کھینچ دی تھی
اسلیے اُن سطرون کے پڑھنے والون کو چاہیے کہ جب کبھی کوئی عجیب یا بعید القیاس بات دیکھین
یا سُنین تو جب تک اُسکی اصل کو دریافت نہ کر لیوین تب تک اُسپر اعتقاد نہ لاوین اور اُس بات
کو یقین نہ کرین ؎

نصیحت

جو کام کہ انسان آج کر سکے اُسکو کل پر چھوڑنا نہین چاہیے اور جو بات کہ وہ خود کر سکتا ہی اُسکے واسطے اورون کو تکلیف دینا مناسب نہین کم کھانے سے کبھی کسیکو پچھتانا نہین پڑتا ہی جب آدمی غصے مین کسی سے کچھہ کہنا چاہے تو مُنہہ سے بات نکالنے کے پہلے دس تک کی گنتی گن لیوے اور اگر بہت غصے مین ہووے تو سو تک کا شمار کر لیوے جہان مکھی رہتی ہی وہان شہد ہوتا ہی اور جہان محنت ہی وہان دولت آتی ہی *

آدمی کا نام رہنے کی اچھی ترکیب

جاننا چاہیے کہ اس جہان مین تعلیم ہی کہ ایسا آدمی کوئی نہوگا جو اپنی نیکنامی کا باقی رہنا دل سے نہ چاہے اگرچہ اُن مین ایسے آدمی تھوڑے ہین کہ جو اُس راہ پر چلتے ہون جس سے انسان کی ہمیشہ کو یادگار رہی اور نیکنامی رہتی ہی کسی آدمی کا جس اور نیکنامی باقی رہجانا اس سے زیادہ دنیا مین کوئی دوسری بات اچھی نہین ہی شاستر مین لکھا ہی کہ جب تک آدمی کی نیکنامی اس مین پر رہتی ہی تب تک وہ آدمی سورگ مین رہتا ہی نقل ہی کہ جب راجہ بیات کو سورگ سے نکالنے لگے تو اُسنے پوچھا کہ مجھے کیون نکالتے ہو اندر نے جواب دیا کہ اب تیری نیکنامی زمین پر باقی نہین رہی اسی واسطے تجھکو یہان سے نکالتے ہین یہہ سُنکر راجہ نے کہا کہ پہلے فلانے تالاب کے کچھوؤن سے جا کر میرا حال پوچھو تب پھر جو چاہنا سو کرنا غرض جسوقت اُن کچھوؤن کے آگے راجہ بیات کا نام لیا گیا تو وہ سب سُنتے ہی اُنکی تعریفین کرنے لگے اسی باعث سے راجہ کو پھر سورگ مین رہنے کی جگہہ ملی اور راجا رت قیام کی پھیر دی گئی حقیقت مین نیکی وہ چیز ہی کہ جانورون کے ساتھہ کرنے سے بھی آدمی کو اُسکا

پھل ملتا ہی حاتم طائی کے قصے مین کسی شخص نے خوب لکھا ہی یعنی کہا ہی کہ نیکی کر اور
دریا مین ڈال ۔

اب غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ اپنی نیکنامی چھوڑ جانا چاہتے ہین وہ اِس بات کے واسطے
کیا کیا کام کرتے ہین کوئی تو باغ باغیچے مندر شوالے تالاب مسجد مدرسے اور پل بناتا
ہی اور کوئی اپنا روپیہ غریبون کے کھلانے پلانے اور یتیمون کے پالنے مین خرچ کرتا ہی
اور کوئی اپنا نام بڑھانے کے واسطے ہاتھی گھوڑے اور فوج رکھکر اپنی شان و شوکت دکھلاتا
ہی اور ملکون کو فتح کرکے اپنی بادشاہت قائم کرجاتا ہی اگرچہ ان سب کامون مین بعضے
کام بہت اچھے اور آدمی کو نیکنامی دیتے ہین لیکن دیکھنا چاہیے کہ ان کامون کے کرنے
کے تک انسان کی نیکنامی دنیا مین باقی رہتی ہی مکان اور حویلی بنانے والون کو لوگ
جبھی تک یاد رکھینگے کہ جب تک وہ مکان قائم رہیگا تالاب کھدوانیکا پھل اُسی وقت تک
باقی رہیگا کہ جب تک وہ تالاب باقی رہے دیکھو اِس دو ہزار برس کے عرصے مین کیسے کیسے
اچھے اچھے بڑے بڑے راجا ہو گئے لیکن سوا بکرماجیت اور بھوج کے ایسا کسکا نام ہی کہ جسے
بوڑھے سے لیکر لڑکا بھی جانتا ہو اور جنکی نیکنامی فاضل اور جاہل دونون پر روشن ہی
اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ جیسا انسان کی نیکنامی علم کی دولت چھوڑ جانے سے اور لوگون کی
عزت و حرمت بنانے سے ہمیشہ کے لیے باقی رہ جاتی ہی ایسا کسی کام کو قیام نہین ہی دیکھو ماگھ
ایک بنیا تھا کہ جسکے اولاد نہونیکے باعث اپنا نام نیک چھوڑ جانیکے لیے اپنی ساری دولت
پنڈتونکو بانٹ دی چنانچہ پنڈتون نے بھی اُسکے نام کے قیام کے واسطے سنسکرت زبان مین
ماگھ نام ایک کتاب ایسی ایجاد کی کہ جس سے آج تک اُس بنیے کا نام ہندوستان مین چلا جاتا ہی

بلکہ اِسی طور سے ہمیشہ اُسکا نام روشن رہیگا یعنی جس حالت مین کہ ایک نظم کی تصنیف سے
اِسقدر آدمی کا نام اِس جہان مین رہا تو دیکھا چاہیے کہ جو لوگ علم کی ترقی اور عالمونکی پرورش
پر دل لگاتے ہین اور سدا اُنکی صحبت مین اوقات گذارتے ہین اور نئی نئی کتابین تصنیف
کرواتے اُنکی نیکنامی کیونکر نہ اِس جہان مین ہمیشہ چاند سورج کی طرح دن رات روشن رہیگی

نکتہ

لکھنؤ کے کسی بادشاہ نے ایک روز صاحب رزیڈنٹ سے پوچھا کہ میرا ملک تو ایک کروڑ
روپیہ کا بھی نہین ہے اور سرکار کمپنی کے پاس تین کروڑ کی تحصیل آتی ہے یہ کیا سبب ہے کہ گورنر جنرل
صاحب ہمارے لکھنؤ کے سے محل اور عمارات اپنے رہنے کے لیے کلکتے مین نہین طیار
کرواتے دیکھیے اس لکھنؤ مین ہمنے کیسے کیسے قصر اور باغ اور امام باڑے بنا رکھے ہین اور
کس کس طرح کی نادر چیزون سے اپنے مکانون کو آراستہ کیا ہے جو جو شان و شوکت کے
کارخانے کہ ہمارے شہر مین دکھائی دیتے ہین وہ انگریزون کے ملک مین تو کہین نظر بھی نہین آتے
صاحب رزیڈنٹ نے ہنسکر جواب دیا کہ جہان پناہ سلامت آپکی دولت بند تالاب کے پانی کی مانند ہے
کہ جسکے آثار صرف اسی شہر کے اندر دکھائی دیتے ہین اگر جہان پناہ لکھنؤ سے دو تین منزل کے
فاصلے پر تشریف لیجا کر ذرا اپنے علاقون کو ملاحظہ فرماوین تو یقین ہے کہ آپکے کارداروں کے ظلم کی
برکت سے جس طرف نظر جاویگی سوا جنگل اور دس پانچ جلے ہوئے جھونپڑے لگے اور کچھ نظر
نہین پڑیگا اور سرکاری دولت مثل فیض نہر کے ہے کہ دیکھنے مین تو چھوٹی معلوم ہوتی ہے مگر جس
طرف جاتی ہے تمام زمین کو سیراب کر دیتی ہے انگریزی عملداری مین دولت گانو گانو بٹتی رہتی
ہے صاحبان عالیشان اپنے آرام کے لیے دس جگہ اجاڑ کر ایک مکان آباد کرنا ہرگز

منظور نہین کرتے ان لوگون کو ایک ایک مکانو کے سامانات اور ظروفون کی درستی اور ایک
زمیندار کی احتیاج اور تکلیف دور کرنیکی اسقدر فکر اور کوشش ہوتی ہو جتنا کہ اسقدر حضرت کو
اپنی فرح بخش اور مبارک منزل کے آراستہ کرنیکی بھی فکر نہین ہوگی بلکہ حضور اسقدر تو شہزادون
کی پرورش مین بھی نہین دل لگاتے ہونگے؞

ہندوستان کی خوشامد پسندی

عجب آدمی ہین اس جہان کے خصوصاً ہندوستان کے کہ جسقدر کوئی انکی خوشامد
کرے اُسیقدر یہہ لوگ خوش ہو کر پھولتے جاتے ہین یہانتک کہ اس جھوٹی تعریف کا
نام خوشامد رکھا گیا ہی یعنی جو بات کہ سبکو اچھی لگے خواہ وہ سچ ہو خواہ سر سے پاؤن تک
جھوٹ سے بنی ہو اُسکو خوشامد کہتے ہین ہماری سمجھ مین دنیا کے درمیان اُس سے زیادہ
کوئی کم عقل نہین کہ جو جھوٹی خوشامد پسند کرتا ہے کیونکہ اس صورت مین یا تو وہ بیوقوف ہی کہ
اس بات کے جاننے پر بھی کہ ہممین نہین ہین اُنکی باتو پر مشک سا پھولتا چلا جاتا ہی یا ایسا کم
سمجھ ہی کہ اُن جھوٹی باتونکو سچ جانکر اپنے تئین تعریف ہی کے لائق سمجھتا ہی پس اس سے
زیادہ دنیا مین انسان کیواسطے کونسی بات مضر اور خرابی کی ہی عقلمند جھوٹی تعریف اور خوشامد
سے اسقدر شرمندہ اور رنجیدہ ہوتے ہین کہ بعضے وقت زار زار رونے لگتے ہین اور افسوس
کرتے ہین کہ جن صفتون کے واسطے یہہ خوشامدی ہماری جھوٹی تعریف کر رہا ہی کیون
نہین اُن صفتون کے ساتھ حقیقت مین موصوف ہوگئے ہمارے ہندوستانیون کی
خود پسندی کا حال اگر کسی کو یقین ہو تو دیکھ لیوے اُنکے طریقون کو کہ یہہ لوگ جو ذراسی
بات کیواسطے کسی کو ایک خط یا رقعہ لکھینگے تو آدھا خط صرف القاب و آداب سے بھر جاویگا

بلکہ اگر کاغذ چھوٹا ہو تو اصل مطلب لکھنے کے واسطے جگہہ باقی نہین رہیگی اور اکثر تو ایسی القاب و آداب کے سوچنے مین خط لکھنا باقی رہجاتا ہی دیکھو ایسی القاب آداب کی لمبان چوڑان سے جب لفافون پر ڈاک مُہر چھاپنے کے واسطے جگہہ نہین ملنے لگی تب لاچار ہو کر سرکار نے اپنے گزٹ مین یہہ حکم چھاپا کہ سواے مکتوب الیہ کے نام اور ضروری ٹھکانے کے دوسری کوئی بات مثل آداب القاب وغیرہ ڈاک کے لفافون پر ہرگز لکھا نہ جایا کرے تماشا یہہ ہی کہ جو شخص جسقدر زیادہ جھوٹ لکھ سکتا ہی اتنا ہی بڑا منشی کہلاتا ہی اگر فرنگستان کے ملک کا کوئی آدمی جو یہان کے طریقون سے واقف نہو ہمارے ملک کے رئیسونکی مُہر دیکھے تو یقین ہی کہ بے اختیار ہنس پڑیگا اور یہی اپنے دل مین کہیگا کہ کیسے یہہ رئیس لوگ بے شرم ہین باوجود ایکہ ولایت کی بادشاہت پر بھی قبضہ نہ رکھنے کے اپنے تئین راجاؤنکا راجہ اور مہاراجا دھراج اور دیوتاؤن کا اندر اور چھترپتی اور سورگ کا مالک اور ثریا جاہ اور فلک بارگاہ اور حاتم دوران اور رستم زمان اور داراشکوہ اور اسکندر حشمت اپنی مہر مین لکھتے ہین سچ ہی کہ اسی واسطے انگریزی پڑھا ہوا آدمی ہندوستانیون کو برا معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو خوشامد نہین آتی ✣

عجیب مقدمہ

کسی آدمی کا گدھا بھاگ کر دریا کے کنارے پر آیا اور ایک مچھوے کی کشتی پر کود گیا لیکن وہ کشتی مضبوط نہین بندھی تھی اس لیے ٹوٹ کر گدھے سمیت بہ گئی تب یہہ حال دیکھکر گدھے والے نے کشتی والے پر نالش کی کہ اسکی غفلت سے کشتی ہمارا گدھا بہا لیگئی اور کشتی والے نے گدھے والے پر نالش کی کہ اسکی غفلت سے گدھا میری کشتی بہا

لیگیا حاکم نے اُنکی عرضی پر یہہ حکم دیا کہ اِسمین قصور دونون کا برابر ہی کیونکہ ایک کی غفلت سے
دوسرے کا نقصان ہوا اور عدل و انصاف کے معنی برابری اور نصفا نصف کے ہین پس
جس بات مین کہ پہلے ہی سے برابری ہو رہی ہی یعنی آدھا آدھا قصور دونون کے ذمے
بٹ گیا اُسمین اب حاکم دوسرا انصاف کیا کرے مقدمہ ڈسمس ہو +

فائدہ انگریزی پڑھنے کا

سوا سے سب فائدون کے انگریزی پڑھنے سے ایک بڑا فائدہ یہہ حاصل ہوتا ہی کہ
انسان ہر طور کے ہتھیار اور کلون کے بنانے پر قادر ہو کر وہ چیزین ظہور مین لاتا ہی
کہ جو بغیر اُنکی مدد کے صرف آدمی کے زور سے ہرگز نہین پڑے جو کام کہ سَو جوانون سے
نہو سکے وہ کل کے بل سے ایک لڑکا دم بھر مین کر لیوے دیکھو اِس چھوٹی سی ولایت
انگلستان کو کہ وہان کے بنے ہوتے وہان چین کے ٹاپوون مین اوڑھے جاتے ہین اور
وہانکے بنے ہوتے کپڑے حبش کے جنگلون مین بھی پہنے جاتے ہین بنگالہ کے آدمی
چار حصے کھیتی سے پیٹ بھرتے ہین اور ایک حصہ دوسری طرح سے اپنی وجہ معاش پیدا
کرتے ہین فرانسیس کے دو حصے باشندے زمین بو کر گذارا کرتے ہین اور ایک حصہ اپنا اپنا
روزگار کر کے روپیہ پیدا کرتے ہین لیکن انگلستان کی ولایت مین جسقدر لوگ کہ زراعت کا
پیشہ رکھتے ہین اُن سے دو چند آدمی اپنی اوقات بسر ہی بغیر کھیتی کے کرتے ہین پس
غور کرنا چاہیے کہ اِن کلونکے وسیلے سے کس درجے پر روزگار اُس ملک مین چمکا ہی اور باوجود
غلے کی گرانی کے کسقدر محنت سستی ہوئی ہی کہ جو ہندوستان سے گئی ہوئی روئی سے کپڑے
بنکر وہان سے پھر یہان آتے ہین باوجود اِسقدر مسافت طی کرنیکے یہان کے کپڑون سے

سستے بکتے ہین کیا تماشا ہی کہ جس زمیندار نے کپاس بوئی تھی وہی اپنی روئی کے کپڑے
انگریز سے خرید کرتا ہی اور وہی روپیے جو اُسنے روئی بیچکر حاصل کیے تھے اپنی گرہ سے
بلکہ روپیہ دو روپیہ اُسمین ملیتھن لگاکر اُس کپڑے والے کو نذر کرتا ہی اب سوچنا چاہیے کہ اگر
ہمارے ہندوستانی مہاجن لوگ بھی اِسیطرح کچھہ روپیے لگاکر ایسے کپڑے بنانے کی کل
یہان طیار کرین تو کیا اُنکو انگلستان کے سردارون کی طرح لاکھون روپیے کا فائدہ حاصل
نہووے بلکہ ایسے کارخانون کے جاری ہونے سے اِس ملک کے غریبون کے واسطے
بھی روزگار کا وسیلہ نکل آویگا جاننا چاہیے کہ کلونکے بنانے سے تین چیزون کے فائدے حاصل
ہوتے ہین اوّل تو زور بڑھتا ہی دوسرے فرصت زیادہ ملتی ہی تیسرے نکمی اور بیقدر چیزین کام کی
اور قیمتی ہوجاتی ہین زور بڑھنے کی دلیل کے واسطے جو جو کلین کہ ہوا پانی اور دھوئین کے زور سے
چلتی ہین لوگ اُس سے بخوبی واقف ہین لیکن یہان اُسکے جاننے کے واسطے ایک چھوٹی سی مثال
ہم لکھتے ہین ایک پتھر جو کہان ہین سے کسی ناہموار رستے پر ۶۵ آدمیون کے زور سے کھنچتا
تھا وہی پتھر اُس رستے کو برابر کرکے تختون کا فرش لگادینے سے ۴۵ آدمی سے کھنچنے لگا
اور جب اُسی پتھر کو ایک کاٹھہ کے تختے پر رکھکر اُن تختون کے فرش پر کھینچنے لگے تو چھہ سو چھبیس
آدمی سے کھنچنے لگا اور پھر جب اُن تختون کو صابون لگاکر چکنا کردیا تو وہی پتھر ۲۸ آدمی سے
کھنچنے لگا لیکن دیکھو طاقت کل کی کہ جب اُس تختے کے نیچے تین انچھہ کا موٹا ایک بیلن لگادیا تو
اُسی رستے بھاری پتھر کو بائیس آدمی کھینچلے پس دیکھو اِس حکمت کی بدولت بائیس آدمیون سے گویا تیسو
اٹھاون آدمی کا زور حاصل کیا فرصت ملنے کی دلیل کے واسطے پہاڑون مین سرنگون کا اُڑایا
جانا کافی ہی جو پتھر کہ آدمی کے ہاتھہ سے مہینون مین نہ ٹوٹ سکے وہ ذراسی باروت کے زور

سے دم بھر مین ٹکرے ٹکرے ہو کر اُڑ جاتا ہی پہلے پہل جب ہندوستان مین سرکاری عملداری ہوئی
تو یہان سے خطون کا جواب کیپ کی راہ سے برس روز مین ولایت سے آتا تھا اور جسوقت سے
کہ دھوئین سے جہاز طیار ہوتے ہین تب سے وہی جواب اڑھائی مہینے کے اندر ولایت سے
یہان پہنچ جاتا ہی اور ہندوستان مین بھی جو دھوئین کی گاڑی اور لوہے کی سڑک بنانیکی تجویز
ہو رہی ہی اگر وہ بنکر طیار ہو جاویگی تو دلی سے کلکتے جو اسباب اور آدمی کہ اب دو مہینے سے
زیادہ کے عرصے مین پہنچتا ہی وہی اسباب اور آدمی دو روز مین دلی سے کلکتے پہنچا کریگا انگلستان
مین بڑے مکان اور کارخانون کی دیوارونکے درمیان ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک
اسطرح پر ٹین کے نل لگا دیتے ہین کہ جو بات ایک آدمی اس کمرے مین بیٹھکر کہے وہ بات فوراً دوسرے
کمرے مین کہ جہان تک بغیر نل کے وسیلے کے ہرگز انسان کی آواز نہ پہنچ سکے بخوبی سن لیتے ہین
پس اس طریق سے دیکھو کسقدر دقت اور دردسری اتنی دور آنے جانے کا بچ گیا ایک ترکیب الیکٹرک
ٹیلیگراف کے صاحبان عالیشان نے ایک جگہہ سے دوسری جگہہ خبر پہنچانیکے واسطے اسطرح
کی نکالی ہی کہ جس سے دو چار پل کے اندر سیکڑون کوس سے جواب آ جاتا ہی چنانچہ بیان اسکا
یون ہی کہ جب ایک سوئی چمبک کی بنا کر کسی چیز پر قبلہ نما کی طرح قائم کر دیوین تو اُسکا مُنہہ بیشک اُتر
کی طرف پھرا رہیگا لیکن جسوقت کہ ایک لوہے کا تار سوئی سے الگ اُسکے گرد رکھا جاوے
تو بسبب سیلان الیکٹریسٹی یعنی قوت کہربائی کے وہ سوئی پورب اور پچھم کی طرف گھوم کر
رہجاتی ہی جسوقت کہ پورب کے تار سے الیکٹریسٹی گذری جاویگی تب وہ سوئی پورب کیطرف
گھوم جاویگی اور جب پچھم کے تار سے پہنچائی جاویگی تو پچھم کی طرف پھر جاویگی پس غور کرو کہ
بنارس سے دلّی تک سڑک کے اوپر جو لوہے کا تار لگایا گیا ہی اور ایک چمبک کی سوئی دلی

مین اُس تار کے سرے کے نزدیک قائم کی ہی تو جب وہ آدمی جسکو بنارس سے دلّی کو خبر بھیجنا
منظور ہی بنارس مین بیٹھکر اُس تار سے الکٹری سٹی گذاریگا دلّی مین وہ چمبک کی سوئی فوراً گھوم جاویگی
اب خیال کرو کہ تم دلّی والے سے پوچھا چاہتے ہو کہ اچھے ہو تو یہہ سابق سے اسکے کارخانون مین اشارہ
مقرر ہو گیا ہی کہ جسوقت سوئی پورب طرف گھومے تو الف کا حرف سمجھا جاوے اور پچھم طرف پھرے
تو چھہ جانا جاوے اور جیسے پورب کو دو دفعہ تیزی سے جلد جلد سوئی پھرے تو یا سمجھو ل
سمجھنا چاہیے اور جب پچھم کی جانب دو دفعہ جلد جلد سوئی جاوے تو ہاے جانو اور جب تیزی
سے ایک دفعہ پورب اور ایک دفعہ پچھم کو سوئی جاوے تو واو مجہول سمجھنا چاہیے تب بیشک وہ
آدمی دلّی والا الکٹری سٹی کے زور سے اُس سوئی کو اس روش پر گھومتی ہوئی دیکھکر فوراً سمجھ جاویگا
کہ بنارس والا پوچھتا ہی کہ آپ اچھے ہو انگلستان مین ہر ایک شہر سے لندن کے درمیان اُس ڈاک پر
خبر بھیجنے مین بیس لفظون تک کا تین روپیے سے لیکر سات روپیے تک محصول لگتا ہی وہان ان
کارخانون کے واسطے بھی ایک علاحدہ کوٹھی مقرر ہی اور اِس کوٹھی کے ساجھی سات ہزار فرنگی
خبر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہنچاتے ہین اور شہرون کے تار کا طول سب ملاکر سوا لاکھ کوس
ہی اور ایک ہزار آدمی اس کمپنی کے ملازم ہین غرض اس ٹیلیگراف کا کارخانہ ولایت مین رات دن ڈاک
کے طور پر جاری رہتا ہی اور بھاگے ہوے مجرمونکی گرفتاری اور ساہوکاری اور تجارت کی خبرین پہنچانیکے
واسطے یہہ تار کی ڈاک خوب کام مین آتی ہی کیا خدا کی قدرت ہی کہ ایک پل مین سیکڑون کوس خبر پہنچ
جاتی ہی نکمی اور بیقدر چیزون کے قیمتی ہو جانے کے واسطے یہی دلیل کافی ہی کہ انگلستان مین گھوڑون
کے نال باندھنے کے وقت جو سُم چھیلے جاتے ہین وہ بھی ٹکڑے پھینکے نہین جاتے بلکہ اُسکو
کاریگر لوگ جمع کرکے پروسیٹ آو پوٹاش جو ایک قسم کی دوا ہی بناتے ہین اور ولایت مین جب لوہے

کی دیگچیان پرانی ہوکر ٹوٹ جاتی ہین اور مرمت کے قابل اور کام کے لایق نہین رہتین تب اُسکو
بھی لُہار اور بڑھئی لوگ کاٹ کاٹ کر پترے بناتے ہین اور اُن پترون پر روغن چڑھا کر اور
برمے سے چھید کر صندوقون کے جوڑ پر لگاتے ہین علاوہ اِسکے کتنی چیزین کیا موقوف ہی
ہم جانتے ہین کہ کلون کے زور سے کتنے آدمی بھی کام کے بن جاتے ہین انگلستان مین
ایک اندھے نے جال بنانے کے واسطے ایک کل سوت کاتنے کی ایسی ایجاد کی ہی کہ اُسکو اندھے
لوگ چلاتے ہین سواے اسکے وہان کاریگرون نے جوتے اور دستانے بھی اِسطور کے
طیار کیے ہین کہ اُسکو پہنکر لنگڑے لولے کام کر سکتے ہین بعضے وقت کلونکے نہ رہنے
سے انسان کو ناحق اپنا روپیہ اور محنت ضائع کرنا پڑتا ہی دیکھو جزیرۂ جاوا سے چین کے ملک
کی کشتیون مین روئی بھر کر جایا کرتی ہی لیکن اِس باعث سے کہ جاوا کے لوگ کوئی کل روئی سے
بنولا جدا کرنے کی نہین رکھتے وہان کے آدمیون کو سیر بھر روئی مین تین پاو بنولا ڈھونا پڑتا ہی
اور جبپر بھی وہ لوگ انگریزونکی طرح روئی کسنے کی ترکیب نہین جانتے اِسی سبب سے جس
کشتی مین انگریز لوگ تین ہزار من روئی لادتے ہین اُسپر جاوا کے آدمی ہزار من سے زیادہ
نہین لاد سکتے اَی ہندوستانیو تم بھی کیون نہین انگریزی پڑھکر اِسطور کی کلین طیار کرلیتے
کہ جس سے تمھارے ملک مین بھی دولت کی افراط ہو اور سب لوگ بھرے پرے رہتے

کاہلی اور صبر

اکثر سُست آدمی اپنی کاہلی کا نام صبر رکھکر چاہتے ہین کہ صبر کرتے ہین اُن سے اپنے کو اَلگ
سمجھتا ہی اِسلیے اب ہم کچھ تھوڑا سا فرق کاہلی اور صبر کے درمیان اپنی سمجھ کے موافق بیان
کرتے ہین کاہل وہ آدمی کہلاتا ہی کہ باوجود کوئی ایسا کام کرنے پر جس سے اپنا یا دوسرے کا

بھلا ہو سکے قادر ہونیکے اُس کام کو نکرکے اپنے انمول فرصت کے وقت کو ایسے بیہودہ کام
مین گنوا دے کہ جس سے اپنا یا کسی کا بھلا نہو ایسے لوگون نے ناحق اس جہان مین پیدا
ہو کر زمین کی پشت کا بوجھہ بڑھایا بہت آدمی ایسے نظر آتے ہین کہ جانورونکی طرح کھانا پینا
اور سونا تو اچھی طرح جانتے ہین لیکن اگر اُنسے کچھہ محنت کرنیکو کہا جاوے تو وہ یہی جواب دیتے
ہین کہ ہم صبر کا امرت پھل کھا کر بیٹھے ہین اپنی اوقات یہہ لوگ کھانے پینے اور سونے کے
بعد ہمیشہ کھیل کود مین کاٹتے ہین اور جب خرچ کی ضرورت پڑتی ہی تو اپنے محنتی دوست آشناؤن
کو جا کر ستاتے ہین بلکہ بعضے تو چوری اور جوا بھی عیب نہین سمجھتے اور بعضے لوگ صاف
بیغیرت بنکر کھلے خزانہ بھیک مانگنے لگتے ہین ایسے آدمی نہ تو اس دنیا مین کبھی سرخروئی حاصل
کرینگے نہ اُس جہان مین بہشت پاوینگے صبر کرنیوالا وہی شخص ہی کہ جو رات دن اپنے یا دوسرے
کے بھلے کیواسطے محنت کرتا ہی اور اگر اُسکی وہ محنت ضائع بھی ہو جاوے یا اُسپر کوئی آفت
آن پڑے تب بھی اُسکو ناگوار نہین گذرتا بلکہ اگر اُس کام کا کچھہ پھل ہی نہ ملے تو بھی وہ صبر سے
ہاتھہ نہین اُٹھاتا ہی یہان تک کہ جسطرح چاند اور سورج زمین کے گرد گھومنے سے نہین تھکتا
یہہ محنت کش بھی جبتک جیتا رہتا ہی تب تک اُس نیک محنت مین غرق رہا کرتا ہی بوستان مین
شیخ سعدی نے بھی اس جگہہ پر ایک اچھی نقل بیان کی ہی کہ کسی روز ایک بادشاہ شکار کھیلنے
گیا وہ جنگل مین گیا دیکھتا ہی کہ ایک لومڑی بے ہاتھہ پانون کی ایک گڑھے مین پڑی ہی بادشاہ
اُسے دیکھکر بہت حیرت مین آیا کہ یا الہی اپاہج یہان کسکے ہاتھہ سے اپنی خوراک پاتی ہوگی کہ اتنے
مین اُسنے کیا دیکھا کہ ایک شیر شکار کر کے مُنہہ مین لیے ہوئے سامنے سے آیا اور اُس لومڑی کی ماند
مین چھوڑ کر چلا گیا لومڑی نے اُسکو خوب پیٹ بھر کے کھایا بادشاہ کے دل مین اس حال نے ایسا

اثر کیا کہ وہ دنیا کی طرف سے بالکل اُداس ہوکر اُسی وقت گھوڑے سے کود پڑا ایک درخت کے تلے جا بیٹھا اور اپنے رزق کی فکر مطلق نہین کی یہان تک کہ سات دن گذر گئے تب آٹھوین فاقے مین ایک غیب کی آواز اُسکو یہہ سنائی دی کہ اے بادشاہ تیرے تو ابھی ہاتھہ پانون سب درست ہین تو شیر سے لومڑی کیون بنا جاتا ہی ✤

تحمل

کہتے ہین کہ ڈاکٹر ایزاک بارو صاحب ایک روز کسی دوست کے گھر مین کھانا کھانے گئے تھے آدھی رات کو وہان سے پھر کر جب اپنے گھر آنے لگے اور مکان کے اندر چلے تو اُنکے کُتے نے جو گھر کی حفاظت کے واسطے رات کے وقت زنجیر سے کھولا جایا کرتا تھا اجنبی آدمی کے دھوکے مین جھپٹا کر دانتون سے پانون پکڑ لیا تب اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے بھی اُسکا گلا اسطرح ٹیپا کہ چاہتے تو اُسیدم مار ڈالتے لیکن پھر دل مین سوچے کہ اس کُتے نے تو حق اپنے نمک کا ادا کیا قصور ہمین ہمارا ہی ہی کہ اتنے رات گئے بغیر روشنی کے کاہیکو گھر مین جانیکا ارادہ کیا بس ڈاکٹر صاحب تحمل کو کام مین لاتے اور اپنے نوکرون کو پکارتے رہے یہان تک کہ نوکر دوڑے اور صاحب کا پانون کتے سے چھڑایا ✤

کیمیاگری

ہندوستان کے لوگون کو ٹھگنے کے واسطے حریفون کو یہہ بہت اچھی ترکیب یاد ہی کہ جو آدمی کسی طور سے دم پر نہین چڑھتا وہ کیمیاگر کا نام سُنتے ہی باولا ہو جاتا ہی اِن ٹھگون کا دستور ہی کہ فقیر و نکا بھیس بدلکر ہر ایک شہر مین گھومتے رہتے ہین اور مکر و فریب کا جال ہر جگہہ ڈالتے پھرتے ہین جب کبھی کوئی اُنکے فقرے مین آجاتا ہی جھٹ پٹ اُسکے کپڑے اُتار کر خاک مین ملا دیتے ہین

یہہ ہندوستانی نا سمجھہ اتنا بھی نہین جانتے کہ جو شخص کیمیا بنانا جانتا تو وہ اُسکے لیے چاندی اور سونا کیون مانگتا افسوس ہی کہ اس ہندوستان کے آدمی تین حصے سے زیادہ کیمیاگرون کے ہاتھہ سے کشتہ ہوتے ہین جسپر یہہ بیوقوف نہین جانتے کہ اس بلا سے دور بھاگنا ہمارے حق مین اکسیر ہی پس ایسی چیز کی تلاش مین جو کوئی اپنا مال پھونکے وہ کاٹھہ کا اُلو آخر کو دو کوڑیکا بنجاویگا اور سارے زمانے مین بیوقوف کہلاویگا جاننا چاہیئے کہ بعضے کیمیاگر تو دوا کے زور سے دھاتون کا رنگ بدلکر اپنا کام نکال لیتے ہین اور بعضے اسطرح کا ہتھہ پھیر کرتے ہین کہ پارے اور تانبے کی جگہہ پوشیدہ چاندی اور سونا رکھکر جھٹ پٹ اپنے گاہک کو چاندی سونا دکھا دیتے ہین لیکن بعضے تو ایسے طرار اور چالاک ہوتے ہین کہ وہ خالی ہی باتون سے انسانون کو دانو پر چڑھا لیتے ہین چنانچہ اب ہم ان مکار کیمیاگرون کا کچھہ احوال یہان کے لوگون کو ہوشیار کرنیکے واسطے اس مقام پر بتا دیتے ہین کسی روز ایک فقیر ننگا لنگوٹ بند ایک بقال کی دوکان پر آن بیٹھا بقال نے بھی اُسکے آگے ایک تانبے کی چلم چڑھا کر رکھہ دی لیکن اُس فقیر نے نہایت چالاکی اور پھرتی کرکے جھٹ پٹ تانبا کی جگہہ ایک سونے کی ڈلی رکھہ دی اور چلم اُسکی دوکان پر الٹ کر چلا گیا کچھہ دیر کے بعد بنیئے نے جب اُس چلم کو اُٹھایا تو دیکھا کہ اُسکے نیچے کندن دمک رہا ہی بقال اُسکو دیکھتے ہی بے اختیار ہو گیا اور بولا کہ ہاے یہہ تو بڑی سونے کی چڑیا ہاتھہ سے اُڑ گئی لیکن چار پانچ روز کے بعد وہی فقیر پھر اُسکی دوکان کے سامنے سے نکلا تب تو یہہ بقال اُسکی صورت دیکھتے ہی اپنے دل مین نہال ہو گیا اور دوڑ کر دور ہی سے اُسکا قدم لیا اور گڑگڑانے لگا کہ شاہ صاحب کچھہ ہم کنگال پر کرم کرو شاہ جی نے پہلے تو بہت سا نخرا کیا لیکن آخر کو بہت ضرور سے بولے کہ اچھا بابا اب ہم ایکبار کی تیرا بیڑا پار کر دیتے ہین لیکن بابا بغیر

جنا مین تو وہی بھی نہین جتنا جسقدر تیرے گھر مین سونا ہو جمع کر رکھہ ہم رات کو تیرے گھر مین
آوینگے بقال اُسکی باتون پر ایسا پھلا کہ گھر جاتے ہی اپنی بی بی کا سارا زیور اُتار رکھا شام کے
وقت شاہ جی بھی اپنے وعدے بموجب آن پہنچے اور ایک کوٹھری کے اندر چار پانچ من
کنڈے سلگا کر اُسمین اُسی بنیے کے ہاتھہ سے ایک گھڑیا کے درمیان پہلے تو سیر بھر تانبا
رکھوایا اور پھر جسقدر گہنا اُس بنیے نے اپنی بی بی کا اُتار رکھا تھا وہ سب گلا کر سب اُسکے اندر
ڈلوا دیا اور ایک پڑیا راکھہ کی جھولی مین سے نکال کر اُس گھڑیا مین چھوڑ دی ایک گھنٹے کے
بعد جب دھوان اُن کنڈون کا اُس کوٹھری مین اچھی طرح سے گھٹ گیا اور بنیا آنکھین ملنے
لگا تب شاہ جی نے آگ مین سے وہ سونیکی پوٹلی نکال کر اپنی جھولی مین رکھہ لی اور وہین
بیٹھکر رات کاٹی صبح جب ہوئی تو حضرت بولے کہ بابا مال تو طیار ہو گیا ہی لیکن ابھی ٹھنڈا
نہین ہوا اسوقت چھیڑنے سے کچا رہجاویگا جب تک یہہ کنڈے ٹھنڈے ہون تب تک
ہم دریا سے نہا آوین یہہ کہکر شاہ جی تو سونا لیکے وہان سے چمپت ہوئے اور بنیے نے
جب دیکھا کہ بڑا عرصہ گذرا شاہ صاحب نہین آئے تو وہ آپ ہی اُس راکھہ کے ڈھیر مین سے
سونے کا ٹھیکا تلاش کرنے لگا چنانچہ تانبا اُسمین ملا لیکن سونا کہان ملنا تھا تب تو بیچارہ
بنیا رونے پیٹنے لگا اور پھر آخر کو صبر کر کے بیٹھہ رہا +

اِسی طرح کا ایک ماجرا مالوے کے اخبار مین دیکھا گیا ہی کہ ایک گسائین نے
ایک دولتمند کی تمام چاندی جمع کروائی اور پوجا پاٹ مین مشغول ہو کر منتر پڑھہ پڑھہ کر
گھنٹا بجانے لگا جسوقت آدھی رات آئی اور گھر والے سب سو گئے تب گسائین تمام مال اسباب
اور چاندی سونا لیکر وہان سے روانہ ہوا صبح کے وقت جب مکان کے مالک نے اُٹھکر دیکھا

تو دولت جسکے بدلے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں پائی   الغرض مراد ہماری ان مثالونکے لکھنے سے یہہ ہی کہ ایسے لوگ باتون کے سننے سے کبھی دھوکا نہ کھاوین اور کسی کے فریب مین نہ آوین ؂

سچ بولنا

شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے لڑکپن کی ایک نقل سے کس خوبی اور آسانی کے ساتھہ ہم لوگون کے دلکو سچ بولنے کا شوق دلاتے ہین کہ جب حضرت نے اپنی والدہ سے بغداد جانیکے واسطے رخصت چاہی تو انھون نے گریہ وزاری کی اور اسّی دینار کی ایک تھیلی نکال دی اور کہا کہ ای بیٹا تیرا ایک بھائی اور بھی ہی اسلیے تو اسکا آدھا چالیس دینار لیجا لیکن خبردار کبھی کسی سے جھوٹھہ مت بولنا بعد اسکے رخصت دی اور کہا کہ لو خدا حافظ اب ہمارا تمھارا ملنا قیامت مین ہوگا غرض وہان سے کوچ کرکے وہ خیر وعافیت سے ہمدان تک پہنچے اتفاقاً وہان اُنکا قافلہ لٹیرون کے ہاتھہ سے لوٹا گیا اُسوقت ایک ڈاکو نے حضرت سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہی آپنے جواب دیا کہ چالیس دینار ہین ڈاکو نے خیال کیا کہ یہہ لڑکا ہنسی کرتا ہی پھر دوسرے ڈاکو نے اُنسے وہی بات پوچھی اُسنے بھی ویسا ہی جواب پایا آخر جب قافلہ لوٹ کے ڈاکو لوگ آپسمین مال اسباب کا حصہ کرنے لگے تو اس لڑکے کو سردار کے پاس لیگئے چنانچہ سردار نے بھی پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہی حضرت نے جواب دیا کہ مین تو تمھارے دو آدمیون سے کہہ چکا ہون کہ میرے کپڑے مین چالیس دینار سیے ہوئے ہین سردار نے کپڑے کو اُدھیڑ کر دیکھا تو چالیسون دینار نکل آئے تب تو سردار نہایت حیرت مین آیا اور پوچھا کہ جس چیز کو تمنے اس حفاظت سے چھپایا تھا اُسکو اسطور سے کیون ظاہر کردیا تب حضرت شیخ نے کہا کہ تمنے اپنی والدہ سے قول کرلیا ہی کہ ہم کبھی جھوٹ نہین بولینگے پھر ہم

کسطرح جھوٹ بولینگے تب تو یہہ بات سُنکر سردار بولا کہ ای لڑکے تو اس چھوٹی سی عمر مین اپنی
والدہ کو اسقدر مانتا ہی مین اتنی بڑی ڈاڑھی سفید ہونے پر بھی اپنے حق تعالی کا شکر جو میرا
اصلی باپ ہی ادا نہین کرسکتا ایس اتنا کہنے کے بعد وہ سردار بولا کہ ای لڑکے اب مین نے
بھی اپنے اعمال سے توبہ کی چنانچہ اُسنے ویسا ہی کیا پھر تو اُس سردار کے ساتھیون کے
دل مین بھی اس ماجرے کے دیکھنے سے ایسا اثر ہوا کہ اُسیوقت سبنے اُسکے ہاتھہ پر توبہ کی اور
لوٹ کا سارا مال اسباب قافلے والون کو پھیر دیا +

دنیا سرا ہی

کہنے کو تو سب لوگ اس دنیا کو سرا کہتے ہین لیکن دل مین کوئی شاذ و نادر آدمی اس جہانکو
سرا سمجھتا ہوگا یقین ہی کہ یہہ ایک نقل جو بیان کیجاتی ہی اسکے پڑھنے سے سبکو اس دنیا کے
سرا ہونے پر کچھہ شبہہ نہین باقی رہیگا چنانچہ وہ نقل یہہ ہی کہ اتفاقاً کسی بادشاہ کے باغ کے
اندر ایک مسافر ناواقف فقیر چلا آیا اور اپنی جھولی اور تونبا مسند کے اوپر رکھکر بادشاہی چھپرکھٹ پے
مزے سے سو رہا جب بادشاہ وہان آیا تو فقیر کو دیکھکر نہایت غضبناک ہوا اور کہا کہ ای احمق
تو یہان کسطرح آنے پایا اُس فقیر نے یہہ سُنکر جواب دیا کہ بابا اتنا کیون گرم ہوتا ہی مین تو اس
مکان کو سرا سمجھکر ایک کونے مین بستر لگا کے بیٹھا ہوا ہون بادشاہ یہہ بات سُنکر اور زیادہ
غضب مین آیا اور بولا کہ اے بے سر کسے کہتا ہی نہین جانتا کہ یہہ میرے رہنے کا محل ہی تب
فقیر بولا کہ سن بابا جب تو پیدا نہین ہوا تھا تب یہان کون رہتا تھا بادشاہ نے کہا میرا باپ رہتا
تھا فقیر نے پوچھا تیرے باپ کے پہلے یہان کون شخص رہتا تھا بادشاہ نے کہا میرا دادا رہتا
تھا فقیر نے کہا تیرے دادا کے پیشتر کون رہتا تھا بادشاہ بولا میرا پردادا رہتا تھا اسیطرح

جب بادشاہ اپنی سات آٹھہ پشت تک کا نام لیگیا تو فقیر نے کہا کہ ای بابا جس گھر مین رہتے آدمی سہ رہ کر چلے گئے وہ سرا نہین ہی تو اور کیا ہی تو بھی اِسیطرح ایک روز چلا جائیگا پھر کسواسطے اِس مکان کو اپنا بتاتا ہی بادشاہ کے دِل پر اِس کلام کا بڑا اثر ہوا اور کچھہ دیکر فقیر کو رخصت کیا ؛

آگ کا بچاو

لوگ جو کہتے ہین کہ فلانی جگہہ آگ لگ گئی حقیقت مین اگر انسان غور کرے تو اپنی ہی غفلت سے گھر مین آگ لگتی ہی دیکھو جس طرح بیماری کے وقت دوا کرنیکی بنسبت بیماری کے پیشتر پرہیز کرنا خوب ہی اِسیطور سے اسباب مین ہماری صلاح یہہ ہی کہ سوتے وقت کبھی گھر مین چراغ کو جلتا چھوڑ دینا نہین چاہیے اگر مکان مین روشنی رکھنا منظور ہو تو بتی کو ایسی جگہہ رکھین کہ جہان کپڑا لکڑی یا کوئی چیز جلنے والی اُسکے نزدیک نرہے جس گھر مین آتشدان ہو اُسکو بغیر صاف کیے تین مہینے سے زیادہ نہین رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر ایسا اتفاق ہو جاتا ہی کہ آتشدان مین دھوان جمکر اُسمین آگ لگنے سے بڑے بڑے مکان جل جاتے ہین آتشدان کی آگ بجھانیکے واسطے اُسکے اندر بھیگا ہوا کمل یا قالین لٹکا دینا چاہیے اور کچھہ پسا ہوا نمک بھی اُسکے اندر دینا لازم ہی ؛

اگر کسی کے کپڑے مین آگ لگجاوے تو چاہیے کہ اُسوقت بدحواس ہوکر چارون طرف دوڑنے نہ لگے کیونکہ دوڑنے مین ہوا لگنے سے آگ زیادہ بھڑک جاویگی بلکہ مناسب ہی کہ اُسوقت کمل یا قالین یا دری اور جو موجود ہو تو جھٹ پٹ اُسکو بدن مین خوب کسکر لپیٹ لیوے اور جس حالت مین کہ کوئی چیز موجود نہو اور نہ کوئی مدد گار نزدیک ہو تو اُسوقت واجب ہی کہ بدن کے کپڑون کو اچھی طرح کسکر باندھے اور زمین پر لوٹنے لگے اور خوب بدن کو گھستا رہے ؛

نکتہ

ماں باپ کو چاہیے کہ اپنے لڑکے بالوں کی طبیعت چھوٹی ہی عمر سے اچھے کام کی طرف رجوع کریں   نقل ہے کہ قسطنطین بادشاہ روم کا ہر ایک پروانہ جو کسی کا قصور معاف کرنیکے واسطے جاری کیا جاتا تھا اپنے لڑکے سے دستخط کرواتا تھا اور جب کبھی کسیکو کچھ بخشش اور انعام دینا منظور ہوتا تو اُسی لڑکے کی زبان سے وہ حکم دلواتا*

غرور کی دوا

غرور انسان کے لیے سب عیبوں سے بدتر ہے اسمین فائدہ کسی صورت سے حاصل نہیں ہوتا اور نقصان سراسر ہے اس حرکت سے اپنے تئین تو ذرہ بھی خوشی حاصل نہین ہوتی اور دوسرون کو نہایت رنج ہوتا ہے اس فعل سے غیر آدمی تو کبھی دوست نہین ہوتا بلکہ دوست خود نفرت کرنے لگتا ہے غرور وہ شے ہے کہ جو بہ نسبت اورون کے خود اُس شخص کو جو اُسے اپنی چھاتی مین جگہہ دیتا ہے زیادہ دُکھہ درد پہنچاتا ہے حقیقت مین یہہ وہ عیب ہے کہ جس سے تمام ہنر چھپ جاتے ہین پس ایسے مرض کا علاج کرنا ضرور چاہیے سب کو معلوم ہوکہ جسطرح تپ زکام کھانسی پھوڑا پھنسی وغیرہ بدن کی بیماریان ہوا کرتی ہین اسیطرح غرور غصہ اور طمع وغیرہ دل کے مرض ہین اور جس طور سے بدن کی بیماریون کے لیے بہت سی دوا کھانے پینے کی ضرورت ہے اسیطرح دل کے مرضونکے واسطے بہت سے نسخے سوچنے اور غور کرنیکے موجود ہاین چنانچہ ہم یہان ایک نسخہ مغرور آدمی کیواسطے لکھتے ہین جن لوگون کے دل کو یہہ مرض ہو وہ تین روز تک اسکو اچھی طرح سے غور کرین اور بدون کی صحبت سے پرہیز کرین اُمید ہے کہ خدا کے فضل سے بہت جلد چنگے ہوجاوینگے*

نسخہ

کسی روز ایک شخص جسکا نام مرزا اکڑبیگ تھا بازار مین چلا جاتا تھا پگڑی کی پٹی اتنی
ترچھی سیجے ہوئے تھا کہ ایک آنکھہ اُسکی چھپ گئی تھی اینٹھہ اُسکے بدن مین ایسی
کہ اُرو کا آٹا بھی کیا اینٹھیگا بدن پر ہتھیار اتنے لدے ہوئے کہ تول مین اُسکے بدن سے
بھی زیادہ بھاری ہونگے ایک انیدار کفش پر سوار افلاطون کا سالا بنا ہوا فرعون بیسا مان کی
صورت سے کبھی ڈنڈ موندڈھے اور کبھی آسمان کی طرف دیکھتا ہوا پنجون کے بل گن گنکر
قدم رکھتا چلا جاتا تھا اور گھمنڈ کے نشے مین آنکھین بند کیے ہوئے پان چباتا چلا جاتا تھا
پانون کہین رکھتا تھا پڑتا کہین تھا اتنے مین ایک غریب بوڑھا پانون سے لنگڑا لاٹھی ٹیکتا
ہوا اسکے منے سے چلا آتا تھا اتفاقاً کہین اُس اکڑبیگ کا دھکا اِس غریب کو لگ گیا اُس اکڑبیگ
نے رحم تو نکیا بلکہ اُلٹا خود تیوری چڑھا کے اُس بڈھے کو گھڑک کر بولا کہ ابے تو نہین جانتا
کہ مین کون ہون یہہ سنکر اُس بیچارے نے ہاتھہ باندھکر عرض کیا کہ ای حضرت مین آپ سے خوب
واقف ہون یہان تک کہ مین تو یہہ بھی جانتا ہون کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو جاوینگے تب تو مرزا صاحب
اِس بات کو سُنکر گھبرائے اور نہایت تعجب کرکے بولے کہ بھلا بتا تو سہی کہ تو میرا حال کیا جانتا ہے
تب وہ بڈھا بولا کہ سن مین تیرا حال بیان کرتا ہون تو پہلے ایک بوند موت کی تھا کہ جسکے نکل پڑنے
سے احتیاج نہانے کی ہو جاتی ہے پھر تو اپنی ماں کے پیٹ سے اُس لہو سے پلا کہ جو تمام نجسون کے
لہو سے زیادہ ناپاک ہے اور اب تو ہڈی گوشت لہو چربی اور تھوک بلغم پیتا اور اِسیطرح کی سیکڑون غلیظ
چیزون کا پتلا بنا ہوا ہے اور پھر تھوڑے دن مین گل سڑ کر خاک مین مل جاویگا اور تب اگر چیل کوّے
اور گیدڑ گوشت تیرے اِس ناپاک بدن کی بوٹی نوچ کھاوین تو کچھہ تعجب نہین اور کہو یہی سبکی ٹھوکرون

سے تلے آویگی دیکھہ دارا و سکندر اور کیکاؤس وغیرہ بڑے بڑے آدمی کو تو اس جہان نے باقی نہین چھوڑا پھر تو کس گنتی مین ہی کہ تو اتنا گھمنڈ اور تمرد بیجا کرتا ہی ✣

پتھر کا چھاپا

جاننا چاہیے کہ پتھر کے چھاپہ خانے کا ایجاد پہلے ہی پہل ۱۷۹۵ء اور ۱۷۹۸ء کے درمیان بویریا کی ولایت کے اندر میونج شہر مین ہوا تھا ایک فرنگی جسکا نام الویس سنیفلدر تھا اُسکو اپنی تصنیف کی ہوئی کتابین پھیلانے کے واسطے سیسے کے حرف مین چھپوانیکا مقدور نہین تھا کیونکہ اسمین روپیہ بہت خرچ ہوتا ہی اسلیے اُسنے سوچتے سوچتے پتھر پر کتاب چھاپنے کی ترکیب نکالی اور سچ مین اپنا مطلب حاصل کرلیا میونج سے اس علم نے الیمان کے ملک مین جسکو انگریز لوگ جرمن کی ولایت کہتے ہین رواج پایا اور پھر وہان سے بڑھتا بڑھتا فرانسیس اور انگلستان مین آیا اور پھر اب تو سارے جہان مین جاری ہوگیا غرض یہی پتھر کا چھاپا جو آجکل اسقدر کام دیتا ہی ۱۷۹۵ء کے پیشتر کسی نے اسکو خواب مین بھی نہین دیکھا تھا ✣

کینہ کُشی

نقل ہی کہ ایک دفعہ کسی شخص نے ایک آدمی کو تنگ کیا اور ستایا تھا اتفاقاً ایک ملنے مین اُس آدمی کو بھی اختیار رہا تو اُسنے اپنے دشمن سے اپنا کینہ لینا چاہا چنانچہ ایک روز وہ آدمی اس کام کے لیے اپنے باپ سے صلاح پوچھنے لگا کہ یہہ کام انسان کا ہی یا نہین کہ جو کوئی جیسی بُرائی ہمارے ساتھہ کرے ہم بھی اپنا قابو پاکر اُس سے بدلہ لیوین یہہ سُنکر اُسکے بڈھے باپ نے جواب دیا کہ اے بیٹا یہہ کام بیشک انسان کا ہی کہ دشمن سے دل مین کینہ رکھے اور قابو پاکر اپنا عوض لیوے مگر یہہ بھی جاننا چاہیے کہ یہہ کام فرشتون کا ہی کہ قابو کے وقت قصور معاف کردے اور کینہ دل سے

نکال ڈالے اور بھلائی کرے غرض اُس آدمی کے دل پر اس کلام نے ایسا اثر کیا کہ اُسنے اپنے
دشمن کا گناہ بخش دیا اور عوض مطلق نہین لیا پس حقیقت یہہ ہی کہ جو شخص اپنے دل مین کینہ رکھتا
ہی وہ گویا اپنے زخم کو ہمیشہ تر و تازہ رہنے دیتا ہی +

بیوقوفون کی نقلین

ایک بیوقوف تیرنا سیکھنے کے واسطے دریا مین اُترا اور پہلے ہی غوطے مین اُسنے قسم
کھائی کہ اب ہم جب تک تیرنا بخوبی نہ سیکھ لینگے تب تک پانی نہ چھوینگے +

ایک بیوقوف اپنا گھر بیچنے کیواسطے مکان کی دیوار کا ایک پتھر نکال کر لوگون کو نمونہ دکھلاتا
پھرتا تھا +

ایک احمق اسبات کو دریافت کرنیکے لیے کہ نیند مین میرا چہرہ کیسا معلوم پڑتا ہی ایک آئینہ
مُنہہ کے سامنے رکھکر سو رہا +

ایک احمق نے اپنے دوست کو دیکھکر کہا کہ ہمنے سنا تھا کہ یار تم مر گئے اُسکے دوست نے
جواب دیا کہ دیکھ لو مین تو ابھی جیتا ہون اسپر وہ بیوقوف بولا کہ یہہ بات ٹھیک ہی لیکن جس شخص
سے مین نے خبر پائی ہی اُسکی بات بہ نسبت تمھاری بات کے زیادہ قابل اعتبار کے ہی +

ایک بیوقوف نے سُنا کہ کوا دو سو برس جیتا ہی اسبات کی آزمایش کیواسطے اُسنے ایک
کوا پکڑ کر پنجرے مین بند کرکے رکھ چھوڑا +

نقل ہی کہ تین شخص ایک احمق دوسرا گنجا تیسرا حجام تینون ملکر سفر کو نکلے رات کے وقت پہرا
بانٹ کر دو آدمی تو سو رہے اور وہ حجام جاگتا رہا اُسنے اپنے جی مین یہہ سمجھکر کہ کام سے خالی نہین
رہنا چاہیے بیٹھے بیٹھے اُس بیوقوف کا سر جو غافل سو رہا تھا مونڈ ڈالا بعد اُسکے حجام نے اُس

بیوقوف کو پہرے کے لیے جگایا اور آپ سونا چاہا لیکن اس عرصے مین حجام اُس بیوقوف کا ماتھا
کہین اپنے سر پہ پڑا تو وہ حجام سے بڑی حجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ تو نے میرے بدلے
گنجے کو کس واسطے جگایا پہرا تو میرا چاہیے تھا۔

خوشی

ایک آدمی ہمیشہ یہہ کہا کرتا تھا کہ جس چیز سے جانورونکو خوشی حاصل ہوتی ہی اُسی چیز سے
انسان کو بھی خوش رہنا لازم ہی جیسے کہ جانور کھانے سونے اور مباشرت سے خوش رہین
اُسی طرح انسان کی خوشی کے لیے بھی وہ کافی ہین اُس آدمی کی یہہ بات سُنکر ایک بزرگ استاد نے
کیا کام کیا کہ ایک سور کو کیچڑ مین سے نکالکر مخملی مسند پر بٹھادیا اور اُس آدمی کو کیچڑ مین ڈالدیا اور
کہا کہ اگر تمھارے نزدیک جانور اور آدمی کی خوشی یکسان ہی تو بس تم کیچڑ مین اور اِس سور کو
مسند پر خوش رہنا چاہیے تب تو اُس بیوقوف کو خوشی کی قدر معلوم ہو گئی یہانتک کہ وہ اُس
اُستاد سے پوچھنے لگا کہ اب مہربانی کرکے آپ یہہ بتلائیے کہ جانور اور آدمی کی خوشی کا فرق کیا ہی
تب اُس بزرگوار نے جواب دیا کہ سنو بھائی خوشی مانند غذا کے ہی اور حواس خمسہ مین سے
ہر ایک حس کی غذا یعنی خوشی جدا جدا ہی پس اِن سب خوشی تو انسان اور حیوان مین برابر ہین
لیکن جو عقل اور سمجھ خدا نے انسان کو عطا فرمائی وہ وقوف اور ہوش جانورونکو نہین دیا اِسلیے
انسان کو اپنی خوشی حاصل کرنیکے لیے عقل و شعور کی غذا یعنی خوشی حاصل کرنا چاہیے اور
اِسکی خوشی پڑھنے لکھنے اور ہر طرح کے علم دیکھنے سے اور علم کا چرچا کرنے سے حاصل
ہوتی ہی کیونکہ غذا ہر ایک کی وہی چیز ہی جس سے جو تازہ اور منفعت آور ہو پس بہر صورت اس
دلیل سے ثابت ہوا کہ عقل کی طاقت علم ہی انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے۔

گنہگار

گنہگار مثل اُس آدمی کے ہی جو اپنی کاہلی اور بیوقوفی سے کسی ندی مین بہتا چلا جاتا ہی اور کنارے سے لگنے کے لیے ذرہ بھی ہاتھہ نہین ہلاتا یہان تک کہ وہ اُس ندی کے دہانے پر پہنچ کر سمندر کی بڑی بڑی اونچی لہرون کو دیکھنے لگتا ہی تب تو گھبرا کر ہاتھہ پیر پٹکتا ہی اور کنارے کی طرف جانا چاہتا ہی مگر اُسوقت پانی کا تورا اُسکو نہین چھوڑتا اور سمندر مین جا ہی پڑتا ہی کیونکہ گنہگار عمر تو اپنی ساری کہالت اور بیوقوفی سے بڑے کامون مین کھوتا ہی اور جب موت کے دن نزدیک پہنچتے ہین تو پھر گھبراتا اور پچھتاتا ہی فقط

تمت الکتاب